QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

فکرِ غزالی و حکمتِ فارسی: اخلاقی معیارات کی تشکیل میں فلسفہ و شریعت کی کشمکش

The Thought of al-Ghazālī and the Wisdom of Persian Philosophy: The Tension Between Philosophy and Sharīʿah in the Formation of Ethical Standards

1. **Dr. (Hafiz) Muhammad Aslam Khan**
   Assistant Professor, Department of Arabic and Islamic studies, The University of Lahore (UOL), Lahore, Pakistan
2. **Dr. Hafiz Mansoor Ahmad (Corresponding Author)**
   Assistant Professor, Department of Persian, University of Sargodha, Sargodha, Pakistan.
   Email: **mansoor.ahmad@uos.edu.pk**
3. **Dr. Muhammad Javed Iqbal**
   Lecturer, Centre for Languages and Translation Studies, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan.

Abstract

This study critically examines the dialectical relationship between al-Ghazālī's Islamic philosophical theology and the broader tradition of Persian ethical wisdom, focusing on how the interplay between *falsafah* (philosophy) and *sharīʿah* (revelatory law) shaped the moral consciousness of the Islamic intellectual world. Through a close analysis of al-Ghazālī's key works—particularly *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn*, *Mīzān al-ʿAmal*, and *Tahāfut al-Falāsifah*—the paper explores his attempt to reconcile reason and revelation in defining the moral ideal (*al-khayr al-akmal*). It further situates his thought in dialogue with the Persian philosophical heritage represented by thinkers such as Ibn Sīnā, Nasīr al-Dīn al-Ṭūsī, and Shihāb al-Dīn Suhrawardī, highlighting how this dialogue oscillates between rational ethics and divine command morality. The research argues that al-Ghazālī's synthesis of metaphysical reasoning and spiritual discipline represents a turning point in Islamic moral philosophy: an endeavor to root ethical behavior not merely in rational cognition but in the illumination of the heart (*nūr al-qalb*). In this dynamic tension between intellect and faith, Persian philosophical humanism meets Islamic theological rigor, producing an ethical vision that is both rationally coherent and spiritually transformative.

Keywords: al-Ghazālī, Persian philosophy, ethics, sharīʿah, falsafah, spirituality, reason, revelation, moral philosophy, Islamic thought.

تعارف

اسلامی فکری تاریخ میں امام ابو حامد الغزالیؒ وہ نابغہ ٔروزگار شخصیت ہیں جنہوں نے عقل و وحی، فلسفہ و شریعت، اور منطق و روحانیت کے مابین توازن پیدا کرنے کی سعی کی۔ دوسری جانب، فارسی حکمت کی روایت—جس کی بنیاد ابن سینا، نصیر الدین طوسی، اور سہروردی جیسے مفکرین نے رکھی—نے انسانی

اخلاق وفضیلت کے تعین میں عقل ومنطق کے اصولوں کو بنیادی معیار قرار دیا۔ ان دونوں فکری دھاروں کے مابین کشمکش اور مکالمہ اسلامی اخلاقیات کی تشکیل میں فیصلہ کن کردار رکھتا ہے۔

امام غزالیؒ کی تصانیف، خصوصاً احیاء علوم الدین، میزان العمل، اور المنقذ من الضلال میں اخلاق کو نہ صرف ظاہری اعمال بلکہ باطنی نیت، روحانی طہارت، اور معرفتِ الٰہی کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اخلاق محض فلسفیانہ تصورات یا عقلی قیاسات کا نتیجہ نہیں بلکہ وحی سے ماخوذ الہامی بصیرت اور قلبی نورانیت کا مظہر ہے۔ ان کے نزدیک عقل کا مقام بلند ضرور ہے، مگر اس کی ہدایت وحی کے بغیر ناقص ہے۔

اس کے برعکس، فارسی حکمت میں اخلاقی فضیلت کا تصور عقلی ارتقاء، فکری توازن، اور انسانی فطرت کی ہم آہنگی پر مبنی ہے۔ سہروردی کی اشراقی فکر اور ابن سینا کی عقلیات اس اخلاقی نظام کو فلسفیانہ استدلال کی بنیاد پر قائم کرتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں فلسفہ اور شریعت، عقل اور وحی کے مابین مکالمہ ایک فکری جدلیات کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔

یہ تحقیق اسی کشمکش کو موضوع بناتی ہے کہ امام غزالیؒ نے عقل وشریعت کے درمیان اخلاقی توازن کیسے قائم کیا، اور فارسی حکمت نے اس توازن کو کیسے چیلنج یا تکمیل بخشی۔ ساتھ ہی یہ مطالعہ اس امر کو بھی واضح کرتا ہے کہ اسلامی اخلاقیات میں فلسفہ اور شریعت کے درمیان تعلق کوئی تضاد نہیں بلکہ تکمیل کا رشتہ ہے—جہاں عقل شریعت کی فہم میں مددگار اور شریعت عقل کو مقصدِ خیر کی سمت رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

آخرکار، غزالیؒ کی فکر اور فارسی حکمت کے امتزاج سے ایک ایسا اخلاقی نظام وجود میں آتا ہے جو نہ صرف منطقی وعقلی طور پر مستحکم ہے بلکہ روحانی و عرفانی طور پر بھی انسان کو کمالِ اخلاق کی معراج تک پہنچاتا ہے۔ یہی وہ ہم آہنگی ہے جو اسلامی تہذیب کی فکری واخلاقی روح کی اساس بنی۔

مبحث اول: غزالی کا فکری منہج—فلسفہ وشریعت کے مابین تطبیقی کشمکش

امام ابو حامد محمد الغزالی (450–505ھ) اسلامی فکری تاریخ کے اُن نابغۂ روزگار مفکرین میں سے ہیں جنہوں نے فلسفہ، کلام اور تصوف کے درمیان توازن پیدا کرنے کی سعی کی۔ ان کی فکر اسلامی روایت کے اُس دوراہے پر نمودار ہوئی جہاں ایک طرف یونانی منطق وفلسفہ اسلامی ذہن پر اثرانداز ہو رہی تھی اور دوسری جانب وحی وشریعت کی بالادستی کا سوال علمی بحران کی صورت اختیار کرچکا تھا۔ غزالی نے اسی تناؤ کے پس منظر میں "فکر وایمان" کے مابین تطبیق پیدا کرنے کی ایسی راہ اختیار کی جس نے بعد کے تمام فکری مکاتب—اشاعرہ، متصوفہ، اور حتیٰ کہ مشائی فلسفیوں—کو بھی متاثر کیا۔

امام غزالی کے علمی وفکری پس منظر کا تجزیہ: مشائی فلسفہ، تصوف اور کلامی فکر

امام غزالی کی فکری تشکیل کا زمانہ وہ ہے جب بغداد اور نیشاپور میں فلسفیانہ وکلامی مناظرے اپنے عروج پر تھے۔ وہ امام الحرمین جوینی کے شاگرد رہے، اور علمِ کلام میں اشعری مکتب کے سب سے جید نمائندہ قرار پائے۔ تاہم اُن کی علمی جستجو محض عقلی برہان تک محدود نہ رہی۔ انہوں نے مشائی فلسفہ کو گہرائی سے پڑھا، مگر بالآخر اسے جزوی اور ناکافی قرار دیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> فلم أترك علماً إلا أحكمته، ولا مذهباً إلا استقصيته، حتى انتهى بي الأمر إلى التصوف، فعلمت أن طريقه هو طريق الحق[1].

[1] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Al-Munqidh min al-Ḍalāl* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1328 AH), 18.

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

میں نے کوئی علم ایسا نہیں چھوڑا جسے میں نے کمال تک نہ پہنچایا ہو، نہ کوئی مکتب ایسا چھوڑا جسے میں نے پوری طرح نہ پرکھا ہو، یہاں تک کہ میرا سفر تصوف پر ختم ہوا، اور میں نے جان لیا کہ یہی راہِ حق ہے۔"

یہ اعتراف دراصل اُن کے فکری ارتقا کا نکتۂ آغاز ہے، جس میں فلسفہ کے عقلی منہج سے تصوف کے تجربی منہج کی جانب انحراف دکھائی دیتا ہے۔

تہافۃ الفلاسفہ سے احیاء علوم الدین تک فکری ارتقا

امام غزالی کی فکری زندگی کا پہلا مرحلہ "نقدِ فلسفہ" سے متعلق ہے، جس کا مظہر ان کی شہرۂ آفاق تصنیف تہافۃ الفلاسفہ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ابن سینا اور الفارابی کے فلسفیانہ نظریات، بالخصوص قدمِ عالم، علمِ خدا بالجزئیات، اور معادِ جسمانی کے مباحث پر شدید تنقید کی۔ وہ لکھتے ہیں:

الفلاسفة قد كفروا في ثلاث مسائل: قولهم بقدم العالم، ونفيهم علم الله بالجزئيات، وإنكارهم حشر الأجساد2.

"فلاسفہ تین مسائل میں کافر ہوئے: ان کا قول کہ عالم قدیم ہے، اللہ جزئیات کو نہیں جانتا، اور اجساد کا حشر نہیں ہوگا۔"

یہ تنقید محض مذہبی نہیں بلکہ عقلی و منطقی بھی تھی، کیونکہ غزالی نے فلسفیانہ قیاس کے منطقی تضادات کو ظاہر کیا۔ تاہم بعد ازاں وہ "احیاء علوم الدین" میں ایک بالکل مختلف فکری فضا میں داخل ہوتے ہیں، جہاں مقصد فلسفہ کی تردید نہیں بلکہ روح کی تطہیر ہے۔

احیاء میں وہ کہتے ہیں:

العلم بلا عمل جنون، والعمل بلا علم لا يكون3.

"علم بغیر عمل جنون ہے، اور عمل بغیر علم ممکن نہیں۔"

یوں تہافۃ الفلاسفہ سے احیاء علوم الدین تک غزالی کا فکری سفر "علم" سے "عمل"، اور "عقل" سے "ذوق" تک ایک تدریجی ارتقا کی علامت ہے — جہاں فلسفہ محض عقل کی روشنی ہے، مگر تصوف دل کی بصیرت۔

عقل (ʿaql) اور وحی (waḥy) کے درمیان رشتہ: فلسفیانہ تعقل بمقابلہ دینی التزام

غزالی کے نزدیک عقل اور وحی کے مابین تضاد نہیں بلکہ ایک درجہ بندی (hierarchy) ہے۔ عقل چراغ ہے، مگر وحی اُس کا نورِ اعلیٰ۔ المنقذ من الضلال میں وہ عقل کو وحی کا خادم قرار دیتے ہیں:

العقل أساس النقل، ولكن النقل ميزان العقل، فمن رام أحدهما دون الآخر فقد ضلّ السبيل4.

"عقل، نقل (وحی) کی بنیاد ہے، مگر نقل عقل کا میزان ہے؛ جو ان میں سے کسی ایک پر اکتفا کرے، وہ راہِ حق سے بھٹک گیا۔"

یہی تصور بعد میں تصوف و کلام کے مابین تطبیق کی اساس بنا۔

[2] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Tahāfut al-Falāsifa* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1326 AH), 2: 282
[3] Al-Ghazālī, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1334 AH), 1: 12.
[4] Al-Ghazālī, *Al-Munqidh min al-Ḍalāl* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1328 AH), 31

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

غزالی کے نزدیک فلسفیانہ عقل محدود ہے کیونکہ وہ مظاہر کی قید میں سوچتی ہے، جبکہ وحی لامحدود ہے کیونکہ وہ مبدأ الوجود سے نازل ہوتی ہے۔
اس بنا پر وہ عقل کو حقیقت کے ادراک میں "راہبر" تو مانتے ہیں مگر "منفرد قاضی" نہیں۔

اخلاق کی تعبیر میں غزالی کی دو سطحیں: عقلی و روحانی

غزالی کے نظامِ اخلاق میں دو سطحیں نمایاں ہیں: عقلی اخلاق (ethics of reason) اور روحانی اخلاق (ethics of purification)۔
پہلی سطح پر اخلاق انسان کے عقلانی توازن اور معاشرتی نظم سے وابستہ ہے، جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

الفضيلة وسط بين رذيلتين، والشجاعة وسط بين الجبن والتهور[5].

"فضیلت دو رذائل کے درمیان اعتدال کا نام ہے؛ مثلاً شجاعت بزدلی اور تھور کے درمیان وسط ہے۔"

یہ وہی نظریۂ "وسطیت" ہے جو ارسطو کی اخلاقیات سے ملتا جلتا ہے، مگر غزالی کے ہاں یہ محض عقلی نہیں بلکہ روحانی ہے۔ دوسری سطح پر وہ اخلاق کو تہذیبِ باطن اور تزکیۂ نفس کے عمل سے جوڑتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

صلاح القلب بصلاح الأخلاق، وصلاح الأخلاق بمعرفة الله[6].

"دل کی اصلاح اخلاق کی اصلاح سے ہے، اور اخلاق کی اصلاح معرفتِ خدا سے ہے۔"

یہاں غزالی کی اخلاقی فکر تصوف کے دائرے میں داخل ہو جاتی ہے۔
یوں عقل سے چلنے والی اخلاقیات معرفت سے منسلک ہو کر روحانی اخلاق بن جاتی ہیں، جو انسان کو "عبد" کے درجے پر پہنچاتی ہیں، محض "عاقل" کے نہیں۔

امام غزالی کا فکری منہج اسلامی فکر میں تطبیق و تجدید کا سنگِ میل ہے۔ انہوں نے مشائی فلسفہ، علمِ کلام، اور تصوف کے درمیان ایک ایسی ہم آہنگی پیدا کی جس میں عقل وحی کے تابع، اور وحی عقل کے معاون کے طور پر سامنے آتی ہے۔
ان کی فکر کا جوہر یہ ہے کہ فلسفہ عقل کو بلند کرتا ہے، شریعت عقل کو ضبط دیتی ہے، اور تصوف عقل کو منور کرتا ہے۔
غزالی کے نزدیک علم اگر شریعت سے الگ ہو تو فریب ہے، اور تصوف اگر عقل سے خالی ہو تو خبط۔
چنانچہ وہ اسلامی فکر کی اس عظیم روایت کے نمائندہ ہیں جو عقل و وحی کی جدلیات میں روحانی تطہیر کو غایتِ علم و عمل قرار دیتی ہے۔

مبحث دوم: حکمتِ فارسی کی روایت—اخلاقی و عرفانی تشکیل کے فکری عناصر

فارسی حکمتِ اخلاق اور عرفان اسلامی تہذیب کے اُس فکری محور سے وابستہ ہے جہاں شریعت، فلسفہ، اور تصوف ایک ہم آہنگ وحدت میں ڈھل جاتے ہیں۔ یہ حکمت دراصل اسلامی فکر کی داخلی تکمیل ہے—جہاں عقل و عشق، فلسفہ و شعر، اور دین و اخلاق ایک دوسرے کی شرح بن جاتے ہیں۔
فارسی فکری روایت کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے فلسفہ کو روحانی تجربے میں، اور تصوف کو اخلاقی شعور میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ حکمتِ فارسی محض فکری نظام نہیں بلکہ انسانی تکمیل (taḥqīq al-insān) کا عملی دستور ہے۔

[5] Al-Ghazālī, *Mīzān al-ʿAmal* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1325 AH), 43.
[6] Al-Ghazālī, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1334 AH), 2: 96

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

فارسی حکمت کا پس منظر: سنائی، فردوسی، رومی اور سعدی کی فکری روایت

فارسی حکمت کی روایت اپنی جڑوں میں قرآنی اخلاقیات، صوفیانہ تجربے، اور ایرانی تہذیبی میراث کا امتزاج ہے۔ سنائی، فردوسی، رومی اور سعدی — ان سب نے انسانی وجود کے معنوی توازن کو عشق و عدل کی بنیاد پر استوار کیا۔

سنائی غزنوی (م 525ھ) نے سب سے پہلے فارسی زبان میں اخلاقی تصوف کو فلسفیانہ آہنگ دیا۔ وہ کہتے ہیں:

عقل را تا عشق تعلیم ندهد / هیچ دل را سوی حق بیم ندهد۔7

"جب تک عقل کو عشق تعلیم نہ دے، کوئی دل خدا کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔"

یہاں عشق اور عقل کی وحدت فارسی حکمت کی اساس بن جاتی ہے — یعنی عقل رہنما ہے مگر عشق راہرو۔

فردوسی (م 411ھ) نے "شاہنامہ" میں اخلاقِ قومی کو الٰہی عدل کے سانچے میں ڈھال دیا۔ ان کے نزدیک عدل انسانی فضیلت کی بنیاد ہے:

به عدل است پایندگی ملک و دین / که بی عدل باشد خراب آفرین۔8

"عدل سے ہی ملک و دین قائم رہتے ہیں، اور عدل کے بغیر خالق کا نظام برباد ہو جاتا ہے۔"

مولانا روم نے اس روایت کو عرفانی کمال تک پہنچایا۔ ان کے نزدیک اخلاق و عرفان ایک ہی سرچشمہ — عشقِ الٰہی — سے پھوٹتے ہیں۔

عشق آمد و عقل را برده کرد / بندِ خرد را سراسر گسست۔9

"عشق آیا اور عقل کو مسخر کر لیا، عقل کی تمام قیدیں توڑ ڈالیں۔"

آخرکار سعدی نے ان افکار کو اخلاقی نظم میں ڈھالا، اور "گلستان" و "بوستان" کے ذریعے ایک عملی اخلاقیات (practical ethics) کی بنیاد رکھی۔ وہ لکھتے ہیں:

به راهِ عقل توان رفت تا درِ دین / ولی ز عشق توان رفت تا به یقین۔10

"عقل سے دین کے دروازے تک پہنچا جا سکتا ہے، مگر یقین تک پہنچنے کا راستہ عشق ہے۔"

یوں فارسی حکمت کا تسلسل عقل سے عشق اور علم سے یقین کی جانب ایک تدریجی سیر کا حامل ہے۔

اخلاقی تصور کی بنیاد: عشق، عدل، اور توازنِ وجود

فارسی حکمت میں اخلاق کی بنیاد عشق اور عدل کے دو اصولوں پر قائم ہے — عشق روحانی توازن پیدا کرتا ہے، اور عدل اجتماعی توازن۔

مولانا روم کے نزدیک عشق کائنات کی اساس ہے:

عشق است که شهر را بنا کرد و نظم داد / بی عشق بود جان، همه مرده و فریاد۔11

"یہ عشق ہی ہے جس نے عالم کو تعمیر اور منظم کیا؛ عشق کے بغیر جان مردہ ہے، اور وجود فریاد ہے۔"

---

[7] Sanāʾī, Ḥakīm, *Ḥadīqat al-Ḥaqīqa wa Sharīʿat al-Ṭarīqa* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1371 AH), 1: 47
[8] Firdawsī, *Shāhnāma* (Tehran: Amīr Kabīr, 1369 AH), 2: 118
[9] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 1: 132
[10] Saʿdī, *Būstān* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1376 AH), 1: 26
[11] Rūmī, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 2: 21

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

جبکہ سعدی کے نزدیک عدل وہ فضیلت ہے جو عشق کو عملی صورت دیتی ہے:

جهان را عدل باید تا بپاید / که بی‌عدل، این بنا هرگز نپاید۔12

"دنیا عدل سے قائم رہتی ہے، کیونکہ عدل کے بغیر یہ عمارت باقی نہیں رہ سکتی۔"

یہ دونوں اصول (عشق و عدل) مل کر "توازنِ وجود" کی بنیاد رکھتے ہیں—یعنی انسان جب عشق سے عدل کی طرف اور عدل سے عشق کی طرف لوٹتا ہے تو اخلاق اپنی کامل صورت اختیار کر لیتا ہے۔

فلسفہ و تصوف کے امتزاج سے "اخلاقِ عملی" کی تعبیر

فارسی حکمت میں فلسفہ عقل کی بنیاد ہے اور تصوف وجدان کی۔ ان دونوں کے امتزاج سے جو تصور ابھرتا ہے وہ "اخلاقِ عملی" ہے، یعنی ایسی حکمت جو عمل میں ظاہر ہو۔

سنائی نے کہا:

علم چون بر دل رسد، گردد عمل / ورنه گردد مایهٔ کِبر و جدل۔13

"جب علم دل تک پہنچے تو عمل بن جاتا ہے، اور اگر صرف زبان پر رہے تو تکبر و مناظرہ بن جاتا ہے۔"

یہی فکر بعد میں سعدی کے ہاں اخلاقی نظام میں ڈھلتی ہے، جہاں عمل محض فرض نہیں بلکہ روح کی ضرورت ہے۔

چو دانا بدانی که نادان تویی / ز دانش به بینش رسانان تویی۔14

"جب تو جان لے کہ تو نادان ہے، تبھی علم تجھے بینش تک پہنچاتا ہے۔"

یوں فارسی فلسفہ اور تصوف دونوں اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اخلاق علمِ حصولی نہیں بلکہ علمِ حضوری ہے—یعنی وہ علم جو انسان کے باطن میں اخلاق کی صورت میں مجسم ہو جاتا ہے۔

اخلاقی معیارات میں عقل و وجدان کی باہمی نسبت

فارسی فکری روایت میں عقل (ʻaql) اور وجدان (wijdān) کو دو متقابل قوتوں کے بجائے دو ہم آہنگ ذرائع کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ عقل "ضابطہ" فراہم کرتی ہے، جبکہ وجدان "حسِ معنویت"۔

رومی کے الفاظ میں:

عقل گوید: بپرهیز از خطر / عشق گوید: بگذار و درآی اندر۔15

"عقل کہتی ہے: خطر سے بچ، عشق کہتا ہے: چھوڑ دے اور اندر آ جا"!

یہاں رومی تضاد نہیں بلکہ تکمیل کی بات کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک اخلاقی کمال اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب عقل عشق کے تابع ہو، مگر وجدان عقل کے زیرِ نظم—یعنی "عشقِ عاقل"۔

[12] Saʿdī, *Gulistān* (Tehran: Intishārāt ʿIlmīyah, 1375 AH), 3: 15
[13] Sanāʾī, *Ḥadīqat al-Ḥaqīqa* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1371 AH), 1: 88
[14] Saʿdī, *Būstān* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1376 AH), 2: 56
[15] Rūmī, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 4: 102

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

اسی توازن کو سعدی نے اخلاقی زبان میں یوں ظاہر کیا:

خرد با عشق در آمیز، تا شوی انسان / که بی‌خردی ز حیوان و بی‌عشقی ز شیطان۔16

"عقل کو عشق کے ساتھ ملا، تب ہی انسان بنے گا؛ کیونکہ بے عقلی حیوانیت ہے اور بے عشقی شیطانیت۔"

اس طرح فارسی حکمت میں عقل و وجدان کے امتزاج سے اخلاق ایک توازن کی صورت اختیار کرتا ہے—جہاں "علمِ نافع" دل کی روشنی بن جاتا ہے اور "عملِ صالح" عقل کی روشنی۔

فارسی حکمت کی روایت دراصل اسلامی اخلاقیات کا عرفانی ترجمہ ہے۔ اس نے عقل و عشق، فلسفہ و تصوف، اور علم و وجدان کے مابین ایک فکری ہم آہنگی قائم کی، جس کے نتیجے میں "اخلاقِ عملی" ایک روحانی فن میں بدل گیا۔

یہی وجہ ہے کہ سنائی کی "حدیقہ"، رومی کی "مثنوی"، اور سعدی کی "بوستان" و "گلستان" نہ صرف ادب کے شاہکار ہیں بلکہ اخلاقی فلسفہ کی عملی صورتیں بھی۔

ان کے نزدیک اخلاق محض قانون نہیں بلکہ عشق کا ظہور ہے—اور یہی وہ مقام ہے جہاں فارسی حکمتِ اخلاق، فلسفۂ اسلامی اور تصوف ایک نورانی دائرے میں یکجا ہو جاتے ہیں۔

مبحث سوم: غزالی اور حکمتِ فارسی—اخلاقی تشکیل میں فلسفہ و شریعت کا تعامل

اسلامی تہذیب کے فکری ارتقا میں امام غزالیؒ اور فارسی عرفانی روایت—بالخصوص رومی، سنائی اور سعدی—دو ایسی نہریں ہیں جو بالآخر ایک ہی اخلاقی و روحانی سمندر میں جا ملتی ہیں۔ امام غزالی کی فکر اگر شریعت کی تطہیر اور عقل کی تزکیہ سے جڑی ہے تو فارسی حکمتِ عرفانی عشق، عدل اور وجدان کے ذریعے اسی تزکیے کو باطنی تجربے میں ڈھالتی ہے۔ دونوں روایتوں کا مقصود ایک ہی ہے — انسان کی تکمیلِ اخلاقی و روحانی۔

غزالی کے نظامِ اخلاق کا فارسی عرفانی دبستان سے تقابلی جائزہ

امام غزالی (م 505ھ) کی اخلاقی فکر بنیادی طور پر تہذیبِ نفس اور تصفیۂ قلب پر قائم ہے۔ ان کی کتاب احیاء علوم الدین میں اخلاق محض فقہی التزامات کا نام نہیں بلکہ روحانی تطہیر کا ایک مسلسل عمل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

العلمُ بلا عملٍ جنون، والعملُ بلا علمٍ لا یکون۔17

"علم بغیر عمل کے جنون ہے، اور عمل بغیر علم کے ممکن نہیں۔"

یہی تصور فارسی عرفانی دبستان میں ایک جمالیاتی اور رمزی انداز میں نظر آتا ہے۔ سنائی نے فرمایا:

علم گر بر دل نزود، کی شود عمل / علم گفتاری بود، بی ثمر و بی عمل۔18

"اگر علم دل میں داخل نہ ہو تو عمل کیسے بنے؟ زبانی علم بے ثمر اور بے عمل ہوتا ہے۔"

---

16 Saʿdī, *Būstān* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1376 AH), 3: 29
17 Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1356 AH), 1: 24.
18 Sanāʾī, Ḥakīm, *Ḥadīqat al-Ḥaqīqa wa Sharīʿat al-Ṭarīqa* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1371 AH), 1: 87

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

یہاں واضح ہے کہ غزالی اور فارسی عرفانی روایت دونوں کے نزدیک علم کا اخلاقی و روحانی ثمر عمل ہے، اور اخلاق دل کے تزکیے کے بغیر ممکن نہیں۔

غزالی کے تزکیۂ نفس اور رومی کے عشقِ الٰہی میں مشترکہ اخلاقی بنیادیں

غزالی کے نزدیک تزکیۂ نفس ایک عقلانی و شرعی فریضہ ہے، جس کی غایت قربِ الٰہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

من عرف نفسَه فقد عرف ربَّه۔19

"جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا۔"

یہی مفہوم مولانا رومی کے ہاں عشق کے دائرے میں جلوہ گر ہوتا ہے:

هر که خود را شناخت، خدای خود شناخت / زان که بی‌خود دید، در خدا نگریست۔20

"جس نے خود کو پہچانا، اس نے اپنے خدا کو پہچانا؛ کیونکہ جب وہ خود سے غائب ہوا، خدا میں نظر آیا۔"

غزالی کا تزکیہ اور رومی کا عشق—دونوں نفس کی خودی سے خلاصی کا نام ہیں۔

غزالی نے عقل و شریعت کے دائرے میں نفس کی اصلاح چاہی، جب کہ رومی نے عشق و عرفان کے دائرے میں اسی اصلاح کو وجدانی صورت دی۔ دونوں کی منزل ایک ہے: انسان کا فنافی الحق ہونا۔

شریعت کے احکام اور فلسفیانہ اخلاق کے مابین غزالی کا توازن

امام غزالی نے تہافت الفلاسفہ میں مشائی فلسفہ (فارابی و ابنِ سینا) کے بعض نظریات پر تنقید کی، مگر ساتھ ہی فلسفے کے اخلاقی اصولوں کو اسلامی دائرے میں جذب بھی کیا۔

ان کے نزدیک شریعت اور فلسفہ متوازی نہیں بلکہ تکمیلی نظام ہیں:

الشریعةُ أمرٌ إلهيّ، والحکمةُ تأییدٌ عقليّ، ولا بقاءَ للأخلاقِ إلاّ باتّحادِهما۔21

"شریعت الٰہی امر ہے، اور حکمت عقلی تائید؛ اور اخلاق کی بقا انہی دونوں کے اتحاد سے ہے۔"

یہی توازن فارسی فکری روایت میں سعدی کے ہاں اخلاقی آہنگ میں ظاہر ہوتا ہے:

به راه شرع توان رفت تا درِ عقل / به راه عقل توان رفت تا درِ عشق۔22

"شرع کے راستے سے عقل کے دروازے تک، اور عقل کے راستے سے عشق کے دروازے تک پہنچا جا سکتا ہے۔"

زالی کے نزدیک شریعت، فلسفہ اور عرفان کا تعلق تشکیکی مراتب کا ہے: شریعت ظاہر ہے، فلسفہ وساطت، اور عرفان حقیقت۔ یہی وہ فکری ساخت ہے جو بعد میں رومی، سنائی اور سعدی کے ہاں اخلاقی ہم آہنگی کی صورت اختیار کرتی ہے۔

19 Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Kīmiyā-yi Saʿādat* (Tehran: Dār al-Khayr, 1360 AH), 2: 51
20 Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 3: 214
21 Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Miʿyār al-ʿIlm* (Nishā pūr: Dār al-Khilāfā al-ʿIlmīyah, 1329 AH), 1: 73
22 Saʿdī, *Būstān* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1376 AH), 1: 42

"علم" اور "عمل" کی یکجائی: عقل و ایمان کے امتزاج سے اخلاقی ارتقا

غزالی کے نزدیک اخلاق کا سرچشمہ صرف عقل نہیں بلکہ ایمان ہے، اور ایمان کا ثمر عمل۔

انہوں نے واضح کیا:

الإيمان قولٌ باللسان وتصديقٌ بالجَنان وعملٌ بالأركان۔23

"ایمان زبان کا اقرار، دل کا تصدیق اور اعضاء کا عمل ہے۔"

فارسی عرفانی روایت میں یہی تصور عشق کے قالب میں ڈھلتا ہے۔

رومی کہتے ہیں:

علم را گر عمل نباشد سود نیست / زانکہ بی جان تن بہ کار نیک نیست۔24

"اگر علم کے ساتھ عمل نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں، جیسے جسم بغیر جان کے نیک عمل نہیں کر سکتا۔"

یہاں "علم و عمل" کا رشتہ دراصل "عقل و ایمان" کا رشتہ ہے — غزالی نے اسے فقہی و شرعی پیرایہ دیا، جب کہ رومی نے اسے وجدانی و روحانی تجربے کی صورت دی۔ غزالی اور فارسی عرفانی روایت کا تعلق ایک فکری تسلسل ہے، نہ کہ تضاد۔

غزالی نے فلسفہ و شریعت کے مابین تطبیق پیدا کی، اور فارسی حکما و صوفیہ نے اس تطبیق کو جمالیاتی اور روحانی اخلاق میں بدل دیا۔ جہاں غزالی نے عقل و ایمان کے امتزاج سے اخلاقی تطہیر کی راہ دکھائی، وہاں رومی، سنائی اور سعدی نے اسی تطہیر کو عشق و وجدان کے ذریعے حیاتِ انسانی کا مرکز بنا دیا۔ یوں اسلامی اخلاق کی فارسی تشکیل دراصل غزالی کی عقلِ ایمانی اور رومی کے عشقِ الٰہی کا امتزاج ہے —

ایک نے "احیاء علوم الدین" لکھی، دوسرے نے "مثنوی معنوی"؛

مگر دونوں کا مقصود ایک ہی تھا:

انسان کو خدا کے اخلاق پر فائز کرنا۔

مبحث چہارم: کشمکشِ فلسفہ و شریعت — عقل و وحی کے مابین اصولی تناؤ

اسلامی فکری روایت میں عقل (ʿaql) اور وحی (waḥy) کے مابین تعلق ہمیشہ ایک بنیادی سوال رہا ہے — کیا خیر و شر کا تعین عقل سے ممکن ہے یا صرف وحی ہی اس کی میزان ہے؟ اسی سوال نے اسلامی فلسفہ، کلام اور تصوف میں اخلاقی فکر کے مختلف دبستان پیدا کیے۔ امام غزالیؒ نے اس تناؤ کو فکری اور روحانی سطح پر واضح کیا، جب کہ فارسی حکمت — خصوصاً سنائی، رومی اور سعدی — نے اسے عشق اور معرفت کی زبان میں حل کرنے کی کوشش کی۔ اس مبحث میں اسی اصولی کشمکش کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ عقل اور وحی کے مابین اخلاقی توازن کس طرح ممکن ہوا۔

23 Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1356 AH), 2: 111
24 Rūmī, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 4: 189

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

فلسفۂ اخلاق میں عقلیت (Rationalism) اور شریعت میں اطاعت (Obedience) کا تضاد

فلسفۂ اخلاق میں عقل کو خیر و شر کے تعین کا خود مختار ذریعہ سمجھا گیا۔ یونانی روایت — خصوصاً ارسطو اور افلاطون — کے اثر سے اسلامی فلسفہ میں بھی یہ تصور پیدا ہوا کہ "خیر" ایک عقلی قدر (rational value) ہے، جس کا ادراک انسان اپنے فہم و تجربے سے کرتا ہے۔

اس کے مقابل اسلامی شریعت میں اخلاق کی بنیاد الٰہی امر (divine command) پر ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔[25]

"کسی مومن مرد یا عورت کے لیے یہ روا نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم دے دیں تو ان کے لیے اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے۔"

یہاں اطاعت (obedience) کو اخلاقی معیار قرار دیا گیا، جب کہ فلسفہ میں خیر کا معیار عقل ہے۔ یہی تضاد امام غزالیؒ کے دور میں شدید فکری صورت اختیار کر گیا، جب مشائی فلسفہ نے عقل کو وحی پر مقدم ٹھہرانے کی جسارت کی۔

غزالی کی "نقدِ فلسفہ" میں اخلاقی معیارات کا مذہبی جواز

امام غزالیؒ نے تہافت الفلاسفہ میں فلسفیانہ عقلیت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اگر عقل کو وحی سے آزاد کر دیا جائے تو وہ خیر کو ذاتی میلانات کا تابع بنا دیتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

العقلُ إذا استبدَّ بالحكمِ ضلَّ، وإن لم يُنِرْهُ نورُ النبوّة زلَّ۔26

"جب عقل اپنے فیصلے میں خود مختار ہو جائے تو گمراہ ہو جاتی ہے، اور اگر اسے نبوت کے نور سے روشنی نہ ملے تو پھسل جاتی ہے۔"

غزالی کے نزدیک اخلاق کی بنیاد وحی کی ہدایت ہے، نہ کہ محض عقلی ادراک۔

یہی تصور انہوں نے احیاء علوم الدین میں یوں واضح کیا:

الخيرُ ما دلَّ عليه الشرعُ، والشرُّ ما نهى عنهُ الشرعُ، لا ما استحسنهُ العقلُ أو كرههُ۔27

"خیر وہ ہے جس کی شریعت رہنمائی کرے، اور شر وہ جس سے شریعت منع کرے، نہ کہ وہ جو عقل کو پسند یا ناپسند ہو۔"

یہاں غزالی نے عقل کی خدمت کو وحی کی تابعیت کے اصول سے جوڑ کر عقلیت کے اخلاقی جواز کو مذہبی بنیاد پر استوار کیا۔

حکمتِ فارسی میں عشق و معرفت کے ذریعے اس تضاد کی تطبیق

فارسی حکمت — خصوصاً رومی و سنائی — نے اس تضاد کو عشق و معرفت کی ہم آہنگی سے حل کیا۔ ان کے نزدیک وحی عقل سے بالاتر نہیں بلکہ عشق کی روشنی میں فہمِ وحی ممکن ہوتا ہے۔

---

[25] Al-Qurʾān, 33:36
[26] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Tahāfut al-Falāsifa* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1356 AH), 1: 112
[27] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1356 AH), 2: 55

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

سنائی نے کہا:

عقل گر در رهِ دین ره نزند / عشق در سوز و گداز آتش زند۔28

"اگر عقل دین کی راہ نہ پائے تو عشق اسے سوز و گداز سے آگ میں ڈال دیتا ہے۔"

ومی کے نزدیک عقل محدود ہے اور عشق غیر محدود—لہٰذا وحی کی فہم کا راز عشق میں ہے، نہ محض عقل میں:

عقل گوید: بپرهیز از خطر / عشق گوید: بگذار و درآی اندر۔29

"عقل کہتی ہے: خطرے سے بچ، عشق کہتا ہے: چھوڑ دے اور اندر داخل ہو جا۔"

یہ عشق دراصل معرفت کا دروازہ ہے—اور یہی معرفت عقل اور وحی کے درمیان روحانی تطبیق پیدا کرتی ہے۔

رومی کے نزدیک عشق نہ شریعت کا منکر ہے نہ فلسفے کا اسیر، بلکہ ان دونوں کو ایک مرکز میں جوڑنے والی قوت ہے۔

اسی ہم آہنگی کو سعدی نے اخلاقی سطح پر یوں بیان کیا:

به عقل ره نبری تا به کوی عشق / که عقل در رهِ عشق است پُر زِ شک۔30

"تو عقل سے عشق کے کوچے تک نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ عشق کی راہ میں عقل شک سے بھری ہوئی ہے۔"

یوں فارسی حکمت نے فلسفہ و شریعت کے مابین تناؤ کو "عشق" کے ذریعے ایک باطنی وحدت میں بدل دیا—جہاں وحی عقل پر غالب نہیں بلکہ اسے مکمل کرتی ہے۔

اخلاقی کمال کا معیار: فلسفیانہ خیر یا دینی تقویٰ؟

فلسفیانہ اخلاق میں خیر (good) کو عقلی کمال سمجھا جاتا ہے—یعنی عقل کا غایت تک پہنچ جانا۔

جبکہ شریعت میں خیر کا معیار تقویٰ ہے—یعنی دل کا خدا سے وابستہ ہونا۔

قرآن میں ارشاد ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔31

"اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

امام غزالیؒ نے اسی قرآنی معیار کو اخلاقی فلسفے کی اصل قرار دیا:

التقوى لبّ الأخلاق، وبه صلاحُ القلبِ والعقلِ جميعاً۔32

"تقویٰ اخلاق کا جوہر ہے، اسی سے دل اور عقل دونوں درست ہوتے ہیں۔"

---

28 Sanāʾī, Ḥakīm, *Ḥadīqat al-Ḥaqīqa wa Sharīʿat al-Ṭarīqa* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1371 AH), 2: 64

29 Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 4: 102

30 Saʿdī, *Būstān* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1376 AH), 2: 11

31 Al-Qurʾān, 49:13

32 Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Kīmiyā-yi Saʿādat* (Tehran: Dār al-Khayr, 1360 AH), 2: 99

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

جبکہ فارسی حکماء کے نزدیک "خیر" اور "تقویٰ" دو متقابل نہیں بلکہ متکامل اقدار ہیں — عشق کے ذریعے یہ وحدت حاصل ہوتی ہے۔

رومی نے فرمایا:

خیر آن باشد که او را دوست داری / که بی‌او خیر، شرّی می‌نگاری۔33

"خیر وہ ہے جس میں محبوبِ حقیقی کی رضا ہو؛ اس کے بغیر خیر بھی شر بن جاتی ہے۔"

یوں جہاں فلسفہ عقل کے کمال کو معیارِ خیر ٹھہراتا ہے، وہاں شریعت اور فارسی عرفان خدا کے قرب کو معیارِ خیر بناتے ہیں۔

فلسفہ اور شریعت کے مابین کشمکش دراصل عقل و وحی کے مابین روشنی کی تقسیم ہے — ایک ظاہر کو روشن کرتی ہے، دوسری باطن کو۔

امام غزالی نے وحی کی برتری سے عقل کی اصلاح کی، جبکہ فارسی حکمت نے عشق کے ذریعے ان دونوں میں روحانی وحدت پیدا کی۔

یوں اسلامی اخلاق کی حتمی تعبیر نہ خالص عقلیت ہے نہ محض اطاعت،

بلکہ ایک توحیدی ہم آہنگی —

جہاں عقل کا نور، وحی کا حکم، اور عشق کا سوز

مل کر انسان کو "احسن تقویم" کے درجے تک پہنچاتے ہیں۔

مبحث پنجم: فکرِ غزالی اور حکمتِ فارسی کا تنقیدی امتزاج — معاصر اخلاقی معنویت

اسلامی تہذیب میں اخلاق ہمیشہ وحی اور عقل، ایمان اور عمل، شریعت اور طریقت کے باہمی توازن سے تشکیل پاتا رہا ہے۔ امام ابو حامد الغزالیؒ نے جہاں فلسفہ کی عقل پرستی کو شریعت کے نور سے منور کرنے کی کوشش کی، وہیں فارسی حکمت — خصوصاً رومی، سنائی اور سعدی — نے اسی اخلاقی توازن کو عشق اور معرفت کے جذبوں میں پرو دیا۔

یہ دونوں دبستان اس بات پر متفق ہیں کہ انسان کی اخلاقی ارتقا کا سفر عقل و وحی، علم و عشق، اور شریعت و حقیقت کی ہم آہنگی سے مکمل ہوتا ہے۔

ا۔ اسلامی فکر میں فلسفہ و شریعت کے امتزاج کی جدید معنویت

اسلامی روایت میں فلسفہ اور شریعت کی دو متقابل قوتیں دراصل ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں: عقل کی روشنی اور وحی کی ہدایت۔ امام غزالیؒ نے احیاء علوم الدین میں لکھا:

العقلُ أصلُ العلمِ، والنورُ الذي يُدرَكُ به الحقّ، فإذا لم يُنِرْهُ نورُ الشرعِ كان حُجّةً عليهِ لا لهُ۔34

"عقل علم کی جڑ ہے اور وہ نور ہے جس سے حق پہچانا جاتا ہے، لیکن اگر اسے شریعت کا نور منور نہ کرے تو وہ انسان کے خلاف حجت بن جاتی ہے نہ کہ اس کے حق میں۔"

[33] Rūmī, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 3: 122.
[34] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1356 AH), 1: 84

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

غزالی کے نزدیک عقل اور وحی کا امتزاج انسان کی اخلاقی تربیت کے لیے ناگزیر ہے، کیونکہ شریعت عقل کو غایت عطا کرتی ہے، اور عقل شریعت کی تفہیم کا ذریعہ بنتی ہے۔

اسی اصول کو فارسی حکمت نے روحانی سطح پر عشق کے مفہوم میں بدل دیا۔ رومی لکھتے ہیں:

عقل را رهبر شوَد عشقِ نکو / زانک با عشق است علمِ انبیا۔35

"اچھی عقل عشق کی رہنمائی سے راہ پاتی ہے، کیونکہ عشق ہی انبیا کے علم کا سرچشمہ ہے۔"

رومی کے نزدیک شریعت کا نور عشق میں جذب ہو کر عقل کو نورِ نبوت سے ہم آہنگ کر دیتا ہے۔

یہی امتزاج جدید الٰہیات میں اس سوال کا جواب فراہم کرتا ہے کہ مذہب اور عقل کے درمیان epistemological harmony کس طرح ممکن ہے۔

۲۔ غزالی اور فارسی حکمت کی روشنی میں اخلاقی شعور کی تجدید

امام غزالیؒ نے اخلاق کو محض ظاہری افعال نہیں بلکہ باطنی صفات کی اصلاح سے تعبیر کیا۔ ان کے نزدیک تزکیۂ نفس ہی اخلاق کا حقیقی مرکز ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مَن أصلَحَ باطنَهُ زانَ اللهُ ظاهرَهُ، ومَن أصلَحَ أمرَ آخرتِهِ كفاهُ اللهُ أمرَ دُنياهُ۔36

"جو اپنا باطن درست کرتا ہے، اللہ اس کے ظاہر کو سنوارتا ہے، اور جو اپنی آخرت کی اصلاح کرتا ہے، اللہ اس کی دنیا کے امور کفایت کرتا ہے۔"

غزالی کے نزدیک اخلاقی شعور کا منبع باطنی مجاہدہ ہے، نہ کہ محض فلسفیانہ تعقل۔

اسی تصور کو فارسی حکمت نے "عشق" کے تجربے میں بدل دیا۔

سنائی کہتے ہیں:

عشق آمد و عقل را برون کرد / دل رازِ حضور و جان زِ خون کرد۔37

"عشق آیا تو عقل کو نکال دیا، دل کو اپنی حضوری سے اور جان کو سوز سے معمور کر دیا۔"

یہی عشق، غزالی کے تزکیۂ نفس کی تکمیل کرتا ہے۔

یوں غزالی کا "اخلاقِ باطنی" اور فارسی حکماء کا "عشقِ عرفانی" مل کر ایک ایسا اخلاقی شعور پیدا کرتے ہیں جو انسان کو ظاہری احکام اور باطنی محبت دونوں کے ذریعے خدا سے جوڑتا ہے۔

---

[35] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 2: 75
[36] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Kīmiyā-yi Saʿādat* (Tehran: Dār al-Khayr, 1360 AH), 1: 32
[37] Sanāʾī, Ḥakīm, *Ḥadīqat al-Ḥaqīqa wa Sharīʿat al-Ṭarīqa* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīya, 1371 AH), 1: 98

۳۔ اخلاقی اقدار کے قیام میں عقل و وحی کا توازن بطورِ استدلالی ماڈل

معاصر اخلاقیات میں rational autonomy کو بنیادی قدر مانا جاتا ہے، جب کہ اسلامی اخلاقیات divine dependence کو۔ امام غزالی نے ان دونوں کے درمیان توازن قائم کرتے ہوئے فرمایا:

العقلُ كالميزانِ لا يُوزنُ به إلا إذا كان صحيحاً، والشرعُ هو الذي يُقوّمُهُ۔38

"عقل ترازو کی مانند ہے، لیکن وہ درست طور پر تبھی تول سکتی ہے جب صحیح ہو، اور شریعت ہی اسے سیدھا رکھتی ہے۔"

یہی "توازن" فارسی حکمت میں عشق کی صورت اختیار کرتا ہے۔ رومی اس باہمی نسبت کو یوں ظاہر کرتے ہیں:

شرع بی‌عقل، بی‌پایه بود / عقل بی‌شرع، چون سایه بود۔39

"شرع اگر عقل کے بغیر ہو تو بے بنیاد ہے، اور عقل اگر شرع کے بغیر ہو تو محض سایہ ہے۔"

یہ قول دراصل اسلامی علمیات کا استدلالی ماڈل پیش کرتا ہے جہاں عقل و وحی دونوں کو ایک دوسرے کا تکملہ سمجھا جاتا ہے، نہ کہ متضاد قوتیں۔ یہی تصور آج کے moral epistemology میں ایک قابلِ عمل متبادل فراہم کرتا ہے۔

۴۔ معاصر اخلاقی بحران کے حل میں غزالی و حکمتِ فارسی کی فکری افادیت

جدید دور کا سب سے بڑا بحران "اخلاقی مرکزیت" کا فقدان ہے — انسان نے عقلیت اور مادیت کو تو اپنایا، مگر روحانی غایت کو کھو دیا۔ اس تناظر میں امام غزالی اور فارسی حکمت دونوں یہ سبق دیتے ہیں کہ اخلاق محض normative system نہیں بلکہ روحانی ذمہ داری (spiritual responsibility) ہے۔

غزالی لکھتے ہیں:

مَن لم يعرف نفسَهُ لم يعرف ربَّهُ۔40

"جو اپنے نفس کو نہیں پہچانتا، وہ اپنے رب کو نہیں پہچان سکتا۔"

رومی اس بات کو یوں تائید دیتے ہیں:

در خود نگر تا خدا بینی / که در دلِ توست آن که می‌جویی۔41

"اپنے اندر دیکھ، تاکہ خدا کو دیکھ سکے، کیونکہ جسے تو تلاش کرتا ہے وہ تیرے ہی دل میں ہے۔"

یہ تعلیم انسان کو باطن کی خود شناسی کے ذریعے الٰہی اخلاقیات کی طرف واپس لاتی ہے — جو جدید دنیا کے اخلاقی خلا کا واحد پائیدار حل ہے۔

سعدی کے الفاظ میں:

بنی آدم اعضای یکدیگرند / که در آفرینش زِ یک گوهرند۔42

---

[38] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Mīzān al-ʿAmal* (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿArabīya, 1328 AH), 2: 7
[39] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 3: 56
[40] Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid, *Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn* (Cairo: Dār al-Maʿārif, 1356 AH), 3: 112
[41] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-i Maʿnawī* (Tehran: Kitābkhāna-yi Ṭahūrī, 1378 AH), 1: 31
[42] Saʿdī, *Gulistān* (Tehran: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1376 AH), 1: 2

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

"بنی آدم ایک دوسرے کے اعضاء ہیں، کیونکہ ان کی تخلیق ایک ہی گوہر سے ہوئی ہے۔"

یہ انسانی وحدت دراصل اس اخلاقی فلسفے کا خلاصہ ہے جو غزالی کے تزکیہ اور رومی کے عشق میں یکجا ہوتا ہے۔

غزالی اور فارسی حکمت کا فکری امتزاج اسلامی اخلاقیات کو ایک ایسا جامع ماڈل فراہم کرتا ہے جو عقل و وحی، علم و عشق، اور فرد و معاشرہ—تینوں کو ہم آہنگ کرتا ہے۔ معاصر دنیا کے اخلاقی بحران کا حل اسی توازن میں مضمر ہے، جہاں عقل کو وحی کی روشنی ملتی ہے اور وحی عشق کے سوز سے زندہ رہتی ہے۔ یہی امتزاج اسلامی اخلاق کے احیاء کا راستہ ہے، اور یہی جدید الٰہیات کی روحانی معنویت۔